نمبر ۱۰۶ | مورخہ ۶ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۲۷ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بخیریت دہلی پہونچنے کی خبر موصول ہو گئی ہے۔ حضور کا قیام جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی پیاٹاوا اکسٹرنگل لاج میں ہے۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ۲ مارچ جموں سے واپس آکر اسی دن حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔

۶ مارچ کے دن چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لیکھرام کے متعلق جلالی نشان ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے اس دن حسب سابق، جلسہ اور مشاعرہ کا انتظام کیا گیا ہے۔

یکم مارچ سے ریلوے کے نئے ٹائم ٹیبل کے رو سے تین کی بجائے دو گاڑیاں رہ گئی ہیں۔ اس وجہ سے آمد و رفت کی تکلیف کے علاوہ ڈاک کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ ڈاک دو بجے کے بعد تقسیم ہوتی ہے۔

کشمیر کے مصیبت زدہ مسلمانوں کو قانونی امداد سے محروم کیا جا رہا ہے

مسلمانان کشمیر پر حکام ریاست نے جو بے پناہ تشدد شروع کر رکھا ہے معلوم نہیں۔ اس کا سلسلہ کہاں جا کر ختم ہو۔ ایک طرف تو انہیں ہر طریق سے تباہ کرنے کے پروگرام پر عمل ہو رہا ہے۔ اور دوسری طرف انہیں قانونی امداد سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔ کہ وہاں ان بے چاروں کا کوئی پرسانِ حال ہو۔ چنانچہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نہایت امن اور سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے والے سرگرم کارکنوں کو حدودِ ریاست سے خارج کیا جا رہا ہے۔

شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے ایک عرصہ سے مظلومین کشمیر کو نہایت قابلِ قدر قانونی امداد بہم پہونچا رہے ہیں جس کا اعتراف نمائندگان بھی کئی بار کر چکے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ریاست کی طرف سے ان کو اخراج کا نوٹس دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کی طرف سے کئی مقدمات کی پیروی کر رہے ہیں۔ جن میں مقدماتِ قتل بھی ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ کئی ایک قانون دانوں کی وہاں اشد ضرورت ہے۔ شیخ صاحب موصوف کو ریاست سے نکالنے کے معنے سوائے اس کے کیا ہو سکتے ہیں۔ کہ ریاست فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ گولیوں اور سنگینوں کی زد سے جو مسلمان بچ جائیں۔ ان میں سے وہ جسے چاہے۔ مقدمات کے ذریعہ مبتلائے مصائب کرے۔ اور اس سے کوئی یہ بھی پوچھنے والا نہ ہو۔ کہ کس قانون کے رو سے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ پنجاب کے آریہ اور سکھ بکثرت ریاست کے مختلف مقامات میں پہونچکر ہندوؤں کی مالی امداد کی آڑ میں فتنہ انگیزی کر رہے ہیں۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا رہے ہیں۔ اور طرح طرح کے منصوبے بنا کر مسلمانوں کو گرفتار کرا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو قانونی امداد سے بھی محروم کر دینا نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔

خاکسار شمس کاشمیری۔ برائے سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی

علاقہ بھمبر میں مسلمانوں پر تشدد کے خلاف مسٹر لاتھر کی عادلانہ کارروائی

نہایت ہی معتبر ذرائع سے یہ اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔ کہ جن ہندو پولیس افسروں نے مسلمانوں پر گذشتہ قیامت خیز ہنگامہ کے ایام میں ظلم توڑے۔ وہ مسٹر لاتھر انسپکٹر جنرل پولیس کے ذریعہ اب کیفر کردار کو پہونچ رہے ہیں۔ اور جب سے ہری کشن کول کا کابوس اعظم کشمیر کی چھاتی سے دُور ہوا ہے۔ انصاف پسند برطانوی حکام کے منصفانہ رویہ کو انصاف کے لئے جنبش ہوئی ہے۔ گذشتہ دنوں بعض اخباروں میں یہ شائع ہوا تھا۔ کہ ہندو پولیس افسروں اور فوجی سپاہیوں نے نہایت بیدردی سے بے گناہ رعایا کے ساتھ سختیاں کی ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمان عورتوں کی عصمت دری کے جرائم بھی ان سے نہایت بے حیائی کے ساتھ صادر ہوئے۔ ہندو اخباروں میں اس کی تردید شائع ہوئی تھی۔ مگر اب حقیقت بے نقاب ہو کر ثابت کر رہی ہے۔ کہ کس قسم کے وحشت ناک اور رُوح فرسا حادثات ڈوگرہ حکام کی ظلم وتعدی سے واقعہ ہوئے۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات کے متعلق لبھو رام ہیڈ کانسٹبل متعینہ نوشہرہ پولیس سٹیشن کے ظلموں اور بے حیائیوں کا ایک سلسلہ تھا جسے بند کرنے کے لئے مسٹر لاتھر انسپکٹر جنرل پولیس نے توجہ فرمائی۔ اور اس کو گرفتار کر کے اڑھائی سال قید بامشقت کی سزا دلائی۔ اس مجرم نے نہ صرف یہ کہ ۴۲ مسلمان قیدیوں کو نہایت بے دردی سے پیٹا۔ اور پٹوایا۔ بلکہ مسماۃ ...... کے ساتھ جبراً بدفعلی بھی کی۔ ہم انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر لاتھر کا جہاں اس توجہ کے متعلق شکریہ ادا کرتے ہیں وہاں ان کی قابلیت پر اعتماد رکھتے ہوئے ان سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ تمام ایسے مجرموں سے ان کی بدعملیوں کا پورا پورا مواخذہ کر کے عدل وانصاف قائم کریں گے جس کے لئے وہ خصوصیت کے ساتھ وہاں متعین کئے گئے ہیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ اس لبھو رام نے اپنے متعلق فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی ہے جس پر اُسے ضمانت لے کر جیل سے رہا کر دیا گیا ہے۔ اس قسم کے سنگین جرائم پایۂ ثبوت تک پہنچنے اور مجرم کو سزا ملنے کے بعد اپیل کرنے پر [illegible] سوائے شاذ حالات کے رہا نہیں کیا جاتا۔ مگر ڈوگرہ عدالت سے جہاں مجرم کے ہم قوم متعصب جج ہوں اس قسم کی آزادی حاصل کرنا کوئی غیر معمولی اور قابل تعجب بات نہیں۔ اس قسم کے واقعات ایک ذمہ وار افسر کو مایوس کر دیتے ہیں۔ مگر انسپکٹر جنرل موصوف جیسا کہ ان کی سابقہ نمایاں خدمات ثابت کرتی ہیں۔ امید ہے۔ اپنے فرائض کی ادائگی میں پیچھے نہیں ہٹیں گے خصوصاً اب جبکہ وزارت اعلےٰ کی تبدیلی نے نیک امیدوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ ان کے راستہ میں ابھی بہت مشکلات ہیں۔ مگر مشکلات پر قابو پانا ہی قابلیت کا ثبوت ہے۔

لبھو رام جیسے واقعات کی ایک لمبی فہرست ہمارے پاس پہونچی ہوئی ہے جنہوں نے علاقہ بھمبر اور راجوری وغیرہ میں شدید ترین ظلم ڈھائے ہیں۔ اور ہم دیکھ رہے۔ کہ کب یہ لوگ عدالت کے سامنے کھڑے کئے جاتے ہیں۔

ریاست کی عاقبت نااندیشی

ان دنوں ریاست کشمیر مسلمانوں کے خلاف اس طرح اندھا دھند کارروائی کر رہی ہے۔ کہ اپنا نفع ونقصان بھی اسے دکھائی نہیں دیتا انسان کی انتہائی بدقسمتی یہ ہے۔ کہ وہ اپنا اچھا بُرا نہ سوچ سکے۔ اور یہ امر یقینی ہے۔ کہ ریاست جموں وکشمیر ان دنوں اسی بدنصیبی کا شکار ہو رہی ہے۔ چونکہ محترم صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی یہ پسند نہیں فرماتے۔ کہ ریاست کی رعایا قانون شکنی پر اتر آئے۔ اور ریاست کا امن وامان مخدوش ہو جائے۔ اس لئے آپ نے اہل کشمیر کو مشورہ دیا تھا۔ کہ:-

"جس قدر لوگ امن پسندی سے حق لینا چاہتے ہیں۔ اور سول نافرمانی کے حامی نہیں۔ وہ اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ بہرحال پرامن ذرائع سے اپنے حقوق طلب کرینگے۔ اور ریاست کے حکام کے جوش دلانے کے باوجود اپنے طریق کو نہیں چھوڑینگے۔ اپنے بازو پر ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا کپڑا باندھ لیں۔ یا اپنے سینہ پر سیاہ نشان لگا لیں"

ظاہر ہے۔ کہ یہ تحریک ریاست کے لئے بے حد مفید تھی۔ اور اس طرح ان لوگوں کی سرگرمیوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جو لوگوں میں سول نافرمانی کی وبا پھیلانے میں کوشاں ہیں۔ نیز اس کے ذریعہ امن پسندی اور آئینی جدوجہد کا جذبہ ترقی پذیر ہو سکتا تھا لیکن ریاست کی عاقبت نااندیشی کا یہ عالم ہے۔ کہ وہ اس سیاہ نشان کو خطرناک چیز قرار دے کر اس کا استعمال کرنے والوں کو مستوجب سزا قرار دے رہی ہے۔ خاکسار۔ شمس کاشمیری۔ برائے سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی

وزیر اعظم صاحب کشمیر سے نمائندہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی ملاقات

۲۹۔ فروری کو صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جدید وزیر اعظم صاحب کشمیر کو ان کے اس عہدہ پر تقرر پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مبارکباد دینے۔ اور یہ یقین دلانے کے لئے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی ان کے ساتھ تمام ان مقاصد وامور میں سابقہ دستور العمل کے مطابق تعاون کرے گی جن میں راعی اور رعایا کی بہتری ہو۔ روانہ فرمایا۔ جناب سید صاحب موصوف نے یکم مارچ کو ایک ڈیپوٹیشن مرتب کر کے جس میں میر محمد بخش صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مولوی محمد اسحاق اور ایم۔ ڈی کمور شامل تھے۔ ملاقات کی۔ وزیر اعظم صاحب نے جواباً آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا شکریہ ادا کیا۔ اور یقین دلایا۔ کہ وہ ملک کی بہبودی کے لئے ہر ممکن کوشش

مسلمان نمائندوں کو جیل میں رکھنے کے منصوبے

ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں میں مخلص اور قابل کارکنوں کی پہلے ہی بے حد کمی ہے۔ لیکن اس پر مزید مصیبت یہ ہے۔ کہ جو معدودے چند کام کرنے والے لوگ ہیں۔ وہ حکام کے تعصب اور تعدی کا شکار ہو کر جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ اور ڈوگرہ شاہی کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ جب ان میں سے کسی کی سزا کی میعاد ختم ہونے کو آتی ہے۔ تو کوئی نہ کوئی الزام لگا کر سزا میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

جموں کے ڈکٹیٹر سردار گوہر رحمان صاحب کے متعلق حال ہی میں ایسا کیا جا چکا ہے۔ اب ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی کے متعلق بھی حکام ریاست اسی قسم کی سازشیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ شیخ صاحب موصوف کا جیل سے باہر رہنا کئی ایسی گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے جو اس وقت ریاست کے لئے سخت اُلجھن کا موجب ہو رہی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ حکام ریاست عدل وانصاف کے لئے نہیں۔ تو حدود ریاست میں قیام امن کے خیال سے ہی شیخ صاحب موصوف کے آزاد ہونے میں ناجائز روکاوٹیں نہ ڈالیں۔

خاکسار۔ شمس کاشمیری

برائے سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۰۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء | جلد ۱۹

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مسلمان

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے)

آل مسلم پارٹیز کانفرنس کا فیصلہ

گزشتہ سال آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے ایک فیصلہ کیا تھا۔ کہ اگر مسلمانوں کے حقوق کا حسب دلخواہ فیصلہ نہ ہو۔ تو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے مسلمان نمائندے سنٹرل گورنمنٹ کے اختیارات کے تصفیہ میں کوئی حصہ نہ لیں۔ اس وقت مجھے صحیح الفاظ یاد نہیں۔ لیکن فیصلہ قریباً قریباً یہی تھا:۔

گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں کا رویہ

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقعہ پر اس ہدایت پر عمل کرتے کرتے نہ معلوم مسلمانوں کو کیا ہوا۔ کہ ایک وقت وہ اس ہدایت کے مفہوم کو پورا کرنے سے قریباً قاصر رہے۔ اس وقت کئی پُرجوش ممبر لنڈن سے روانہ ہو چکے تھے۔ لیکن جو باقی تھے۔ مَیں انہیں بھی الزام نہیں دیتا۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ وہاں کے حالات ہی کچھ ایسے ہوں۔ کہ مسلمان ممبروں کے لئے اس طریق عمل کے سوا کوئی اور راستہ ہی کھلا نہ رہا ہو۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہم لوگ جو ہندوستان میں تھے۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ مسلمان ممبر ایک اچھے موقعہ سے فائدہ اٹھانے سے چوک گئے ہیں:۔

مجھے بعد میں اپنے انگلستان کے نمائندہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب امام مسجد لنڈن سے معلوم ہوا۔ کہ سر آغا خان صاحب پر بھی یہی اثر تھا۔ کہ مسلمانوں نے ایک قیمتی موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا ہے:۔

مشاورتی کمیٹی میں مسلمانوں کی شرکت

لنڈن میں تو جو کچھ ہوا سو ہوا۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی ایک سب کمیٹی جو جناب دائڑ اسرائے کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہو رہی ہے۔ اب اس کے متعلق بھی مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ کیا اس میں شمولیت مسلمانوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ ہمیں اسے بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ بعض دوسروں کے نزدیک ہمیں اس سے پوری طرح تعاون کرنا چاہیئے۔ اول الذکر کے دلائل مجھے معلوم ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ جب تک ہمارے حقوق کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ مرکزی حکومت کے اختیارات پر بحث کرنے سے ہم ایک رنگ میں اس کے قیام میں ممد ہوتے ہیں۔ اور اس طرح خود اپنے ہاتھ کاٹ لیتے ہیں۔ دوسرے گروہ کا خیال غالباً اس امر پر مبنی ہے۔ کہ اس وقت کہ ہندو حکومت کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ ہمارا حکومت سے تعاون اچھے نتیجے پیدا کرے گا۔ اور انگریزوں اور مسلمانوں میں اچھے تعلقات پیدا کر دے گا:۔

میں ان دونوں گروہوں کو نیک نیت اور مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھتا ہوں۔ لیکن میرے نزدیک یہ دونوں گروہ غلطی پر ہیں۔ اور اس نازک موقعہ پر ہمیں اس سے زیادہ غور اور فکر کی ضرورت ہے۔ جس قدر کہ اس وقت مسلمان کر رہے ہیں:۔

ہمیں اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کی تاریخ قریب میں مسلمانوں کے حقوق کے طے کرنے کا موقعہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ اور یہ کہ اگر ہم آج غلطی کر بیٹھے۔ تو ہمیں اور ہماری اولادوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ اور گو ہم اپنے آپ کو قربان کرنے کو تیار ہوں۔ ہمیں کوئی حق حاصل نہیں۔ کہ اپنی اولادوں کو قربان کر کے غلامی کے طوقوں میں جکڑ دیں۔ یقیناً اس سے زیادہ بدقسمت انسان ملنا مشکل ہوگا۔ جس کی اپنی اولاد۔ یا جس کے آباء کی اولاد اس پر لعنت کرے۔ اور اسے اپنی ذلت کا موجب قرار دے:۔

مسلمانان ہند کے حقوق کی اہمیت

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا سوال دو چار ہزار آدمیوں کا سوال نہیں۔ بلکہ آٹھ کروڑ آدمیوں کا سوال ہے۔ اور پھر صرف ہندوستان کے مسلمانوں کا سوال نہیں۔ بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کا سوال ہے۔ کیونکہ اس وقت دنیا کے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ بیداری ہندوستان کے مسلمانوں میں ہی ہے۔ اور ان کی موت سے عالم اسلام کی سیاسی موت اور ان کی زندگی سے عالم اسلام کی سیاسی زندگی وابستہ ہے۔ کیا اس قدر عظیم الشان ذمہ واری کی طرف سے ہم لاپرواہی کر سکتے ہیں۔ اسلام تو کیا۔ اگر ہم میں انسانیت کا ایک خفیف سا اثر بھی باقی ہے تو ہم ایسا نہیں کر سکتے:۔

صحیح طریق عمل

اس تمہید کے بعد میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک ہمیں ہر اک مخالفت پر بائیکاٹ کا حربہ نہیں اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بائیکاٹ جبکہ صرف تبادلۂ خیال تک محدود ہو۔ صرف ذہنی نشوونما کو روکنے کا ہی موجب ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک صحیح طریق عمل یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے مقصود کے حصول کو تو اصل قرار دیں۔ اور جائز ذرائع کو فرع۔ پس جو جائز ذریعہ ہمیں حاصل ہو۔ ہم اُسے استعمال کر لیں۔ اور ذریعہ کو مقصد کا قائم مقام بنا کر اپنی سب توجہ اُسی کی طرف نہ لگا دیں۔ ایک وکیل اگر دیکھے۔ کہ اس کے موکل کو اس کے نقطۂ نگاہ کے سوا کوئی اور نقطۂ نگاہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تو اُسے اس کے اختیار کرنے میں دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ پس ہمیں اس امر پر زیادہ بحث نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ ہم نے کونسا ذریعہ حصول مراد کے لئے آج سے پہلے پسند کیا تھا۔ بلکہ اس پر بحث کرنی چاہیئے۔ کہ ہمارے مدعا کے حاصل کرنے کے لئے کونسا ذریعہ مفید ہو سکتا ہے۔ اور کسی جائز راستہ کو اپنے لئے بند نہیں کرنا چاہیئے اس اصل کو تسلیم کرتے ہوئے اگر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹیوں کی شرکت ہمارے لئے مفید ہو۔ تو ہمیں اس سے دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر مضر ہو۔ تو حتے الوسع ہمیں اس سے بچنا چاہیئے:۔

مشاورت میں شرکت

سب سے پہلے مشاورت میں شرکت کے سوال کو میں لیتا ہوں شرکت عام طور پر مفید ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کو اپنے خیالات کے پیش کرنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ اگر وہ پوری طرح کامیاب نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ یہ تو روشن کر دیتا ہے۔ کہ میری رائے کے برخلاف اور صحیح دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے میرے مخالفوں نے فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن اس موقعہ پر اس قسم کا تعاون مفید ہوتا ہے۔ جبکہ دُوسرا گروہ یہ سمجھتا ہو۔ کہ یہ تعاون کسی مقررہ پالیسی کے ماتحت ہے۔ جب اس کا یہ خیال ہو۔ اور جب یہ واقعہ بھی ہو۔ کہ شرکت یا ذاتی مفاد کی خاطر ہو۔ یا کسی مقررہ پالیسی کے فقدان کی وجہ سے تو ایسی شرکت کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹیوں میں شرکت اگر کلی طور پر مؤخر الذکر قسم میں داخل نہ ہو۔ تو اس کے مشابہ ضرور ہے۔ مسلمانوں کی ایک ذمہ وار انجمن نے یہ اعلان کر دیا ہوا ہے۔ کہ جب تک مسلمانوں کے حقوق کا فیصلہ نہ ہو۔ اس وقت تک مرکزی ذمہ واری کے اصول کے طے کرنے میں ہمیں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ میری ذاتی رائے بھی یہی ہے۔ کہ یہی فیصلہ معقول ہے:۔

پس اس فیصلہ کی موجودگی میں بغیر کسی شرط کے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس

کی سب کمیٹیوں میں مسلمانوں کی شرکت انگریزوں کے دل میں یہ خیال ہرگز نہیں پیدا کر سکتی۔ کہ مسلمان ہم سے تعاون کرتے ہیں۔ آؤ ہم بھی ان سے تعاون کریں۔ یہ شرکت انگریزوں کے دل میں یہ احساس پیدا کرے گی۔ کہ مسلمان بے اصولے ہیں۔ ان کی قوم کی کوئی پالیسی نہیں۔ اور اگر کوئی ہے۔ تو یہ اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ ایسے بے اصولے لوگوں سے تعاون کوئی مفید نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا۔ آؤ ہم ظاہر میں ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اس موقعہ کے منتظر رہیں۔ جبکہ ہندوؤں سے جو اپنے اصول کے پکے ہیں ہمارا مناسب سمجھوتہ ہو سکے۔ انگریزوں کے ذہن میں اس قسم کے خیالات کا پیدا ہونا یقیناً مسلمانوں کے لئے مضر اور ان کے سیاسی مستقبل کو مخدوش کر دینے والا ہوگا۔

مسلمانوں کی سیاسی کمزوری

یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ کہ ہماری سیاسی کمزوری سے انگریز واقف نہیں۔ ایسا خیال ہمیں اس کبوتر کے مشابہ کر دے گا۔ جو بلی کے حملہ کے وقت آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ میرے آنکھیں بند کر لینے سے بلی کی بھی آنکھیں بند ہو گئی ہیں۔ انگریزوں کو حکومت کا لمبا تجربہ ہے۔ اور مختلف اقوام کی کمزوریوں کو خود ان اقوام سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔ پس میرے نزدیک ہمارا موجودہ تعاون انگریزوں کے دل پر کبھی بھی اچھا اثر نہیں پیدا کرے گا وہ ظاہر میں اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن دل میں ہمیں نکما اور ناقابل التفات سمجھیں گے۔

بائیکاٹ کی پالیسی

تعاون کے بعد میں بائیکاٹ کی پالیسی کو لیتا ہوں۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ کہ دنیا کے اکثر افراد کو میرے اس خیال سے اختلاف ہے۔ لیکن میں اس امر کا سختی سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ بائیکاٹ ننانویں فیصدی جہالت اور اپنی کمزوری کے چھپانے کے لئے ہوتا ہے۔ وہ ایک سزا تو کہلا سکتا ہے۔ لیکن آلۂ اصلاح ہرگز نہیں۔ ہم جبر سے نہیں۔ بلکہ دلیل سے دوسرے کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ پس بائیکاٹ بطور ایک اصلاحی آلہ کے نہ صرف بیکار ہے۔ بلکہ مضر ہے۔ اس وجہ سے بائیکاٹ کا بھی میں سختی سے مخالف ہوں۔ میرے نزدیک نہ صرف اس وقت بلکہ ہمیشہ ہمیں صرف سیاسی راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اور بائیکاٹ کے طریق کو اصلاحی آلہ کے طور پر کبھی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

جہاں تک مسلمانوں کے حقوق کا سوال ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اس کے متعلق متفق ہے۔ ہم نے اسلامی سادگی سے کام لے کر اقل ترین ضروریات کو مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ ان میں خفیف تبدیلی صرف تزئین و تحسین کے لئے تو کی جا سکتی ہے۔ لیکن ان میں کوئی اصولی تبدیلی کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ اس سے ہماری قومی زندگی پر تبر چل جاتا ہے جسے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کے مطالبات انگریزوں سے ہیں

یہ ہمارے مطالبات انگریزوں سے ہیں۔ ہندوؤں سے نہیں ہیں کیونکہ اس وقت حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور قانوناً سب سیاسی حقوق ان کے قبضہ میں ہیں۔ پس ہم اپنے حقوق کا مطالبہ انہیں سے کر سکتے ہیں۔ ہمارے ان مطالبات کے شائع ہونے پر انگریزوں نے ہمیں مشورہ دیا۔ کہ ہندوؤں سے بھی سمجھوتہ کی کوشش کرو۔ اگر ان سے آپ لوگوں کا اتفاق ہو جائے۔ تو اس میں آپ لوگوں کا نفع ہے۔ نقصان نہیں۔ باوجود اس کے کہ قانونی نقطۂ نگاہ سے ہندوؤں کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا۔ ہمارے نمائندوں نے صلح پسندی کے خیال سے ہندوؤں سے سمجھوتہ کی متواتر کوشش کی۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہے۔ میں یہ بحث نہیں کرتا۔ کہ کیوں؟ مگر بہر حال مسلمان اس کوشش میں ناکام رہے۔ اور اس قدر مرتبہ ناکام رہے۔ کہ اب کوئی عقلمند مسلمانوں کو اس تجربہ کے دہرانے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔ پس جب یہ طریق جو قانونی لحاظ سے درست نہ تھا۔ کیونکہ اختیارات اس وقت برطانیہ کے قبضہ میں ہیں۔ نہ کہ ہندوؤں کے۔ ناکام ثابت ہوا۔ تو اب ہمارے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے یعنی انگریزوں سے جن کے ہاتھ میں حکومت ہے۔ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا اور پیشتر اس کے کہ مرکزی حکومت کی کوئی معین صورت قرار پائے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم برطانیہ سے اپنے حقوق کا تصفیہ چاہیں ہمیں صاف اور واضح طور پر حکومت ہند سے کہہ دینا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے یہ مطالبات ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ہم آگے چلیں۔ ہمیں آپ بتا دیں۔ کہ ان میں سے کس قدر مطالبات آپ منظور کر سکتے ہیں؟ اور کس قدر نہیں۔ اور کیوں۔ ہم نے ہندوؤں سے آپ کے کہنے کے مطابق فیصلہ چاہا لیکن انہوں نے ہم سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ چونکہ اس وقت گورنمنٹ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ان اختیارات کے دینے یا نہ دینے کا فیصلہ آپ ہی سے ہو سکتا ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ اپنا آخری فیصلہ اس بارے میں دے دیں۔ کیونکہ ہم زیادہ دور تک اندھیرے میں چلنا پسند نہیں کرتے۔

مطالبۂ حقوق کے دو طریق

اس امر کے پیش کرنے کے دو طریق ہیں۔ ایک یہ کہ ایک آل انڈیا وفد جناب وائسرائے کے سامنے جا کر مسلمانوں کی طرف سے یہ مطالبہ پیش کرے۔ اور ساتھ ہی درخواست کرے۔ کہ جس عرصہ تک آپ کو اس فیصلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہو۔ اس عرصہ تک مرکزی اختیارات اور مرکزی اور صوبجاتی تعلقات کے سوالوں کا فیصلہ ملتوی رکھا جائے دوسرا طریق یہ ہے کہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی سب کمیٹی کے مسلمان ممبر ہی اس مطالبہ کو پیش کر دیں۔

اگر حکومت مطالبہ منظور نہ کرے۔

چونکہ ضروری نہیں ہے کہ ہمارے اس مطالبہ کو حکومت تسلیم کر لے۔ اس لئے ہمیں اس صورت حالات کا علاج بھی سوچ لینا چاہیئے۔ میری رائے میں اگر حکومت اس مطالبہ کو منظور نہ کرے اور مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق اپنا قطعی فیصلہ شائع نہ کرے۔ جس سے ہمیں یہ معلوم ہو سکے۔ کہ وہ اصطلاحات جن کے پردہ میں ہم سے وعدے کئے گئے ہیں، ان کے اصلی معنے کیا ہیں۔ تو اس صورت میں مسلمان ممبران راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کو سب کمیٹیوں میں شامل تو ہونا چاہیئے۔ تاکہ تعاون کا دروازہ کھلا رہے۔ اور تا ایسے مواقع جن میں مشورہ میں شامل ہونا مفید ہو سکتا ہو ہاتھ سے نہ جاتے رہیں لیکن جب بھی کوئی سوال مرکزی اختیارات کے متعلق یا مرکز اور صوبجات کے تعلق کے متعلق آئے۔ انہیں کہہ دینا چاہیئے۔ کہ چونکہ ہمارے حقوق کا تصفیہ نہیں ہوا ہم اس بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ اس امر کی روزانہ تکرار بائیکاٹ سے یقیناً زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ اور چند ہی دنوں میں حکومت اس امر کی ضرورت محسوس کرنے لگے گی۔ کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے متعلق اپنا فیصلہ سنا دے۔

بائیکاٹ میں ایک بہت بڑا نقص

بائیکاٹ میں علاوہ مذکورہ بالا نقائص کے یہ نقص بھی ہے۔ کہ حکومت وفادار ممبروں کی جگہ ایسے غدار ممبر مقرر کر سکتی ہے۔ جو مسلمانوں کے مفاد کو بالکل ہی نظر انداز کر دیں۔ پس اگر موجودہ مسلمان ممبر مذکورہ بالا طریق پر اپنی وفاداری کا ثبوت دیں تو ان کا ممبر رہنا مسلمانوں کے لئے ان کے علیحدہ ہونے سے بدرجہا بہتر ہوگا۔

سارے ہندوستان میں جلسے منعقد کئے جائیں

ایک امر بھی میرے نزدیک ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک خاص دن مقرر کر کے سارے ہندوستان میں مسلمان جلسے کر کے اس امر کے ریزولیوشن پاس کریں کہ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ حکومت مسلمانوں کے حقوق کے متعلق اپنا آخری فیصلہ شائع کرے۔ پس ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ اس کا فیصلہ مخالف ہو یا موافق مرکزی حکومت کے ڈھانچے کے تیار ہونے سے پہلے شائع کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے نمائندوں کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ فوراً آپس کے سب مل کر یا ان میں سے جس قدر بھی اپنی قوم کی ترجمانی کے لئے تیار ہوں۔ حکومت تک ہمارا یہ خیال پہنچا دیں۔ اور اگر حکومت اس کے بعد بھی اپنا فیصلہ شائع نہ کرے۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ ایسے تمام سوال جو مرکزی اختیارات کے متعلق ہوں۔ یا جن میں مرکز اور صوبجاتی حکومت کے اختیارات کی حد بندی کی جاتی ہو۔ ان کے متعلق احتجاج کر کے خاموش بیٹھے رہیں۔ اور صرف کارروائی سنتے رہیں تاکہ ان کا علم کامل رہے۔ اور صورت حالات کی تبدیلی کی صورت میں وہ فوراً کام شروع کر سکیں۔ تمام ہندوستان میں ان قراردادوں کے پاس ہونے کے بعد وفادار مسلمان نمائندوں کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں گے۔ اور وہ جو اپنی قوم کی ترجمانی کرنا پسند نہیں کریں گے۔ ان کے متعلق ظاہر ہو جائیگا۔ کہ وہ اس کانفرنس میں ذاتی اعزاز کے حصول کی نیت سے شامل ہوئے ہیں۔ نہ کہ کسی قومی فائدہ کو مدنظر رکھ کر۔ اگر مسلمان نمائندے سب کے سب یا ان میں سے بعض باوجود اپنی قوم کے مطالبہ کے بلا قید شرکت کو جاری رکھیں۔ تو مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ ان کے متعلق عدم اعتماد کے ریزولیوشن پاس کر کے حکومت کو بھجوا دیں۔ اور تمام ہندوستان میں دوبارہ جلسے کر کے اس امر کا اعلان کر دیا جائے۔ کہ مسلمانوں کی نمائندگی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں بالکل نہیں ہے۔ یا ناکافی ہے۔

برطانیہ کے لئے مسلمانوں سے سمجھوتہ ضروری ہے

میں سمجھتا ہوں۔ کہ خواہ کوئی کیسی ہی زبردست نمائندہ انجمن ہو۔ اس کے فیصلہ کی نسبت یہ تمام ہندوستان کے جلسے زیادہ با اثر اور زیادہ مفید ثابت ہونگے۔ اور حکومت ہند اچھی طرح معلوم کر لیگی۔ کہ مسلمانوں کے اصل خیالات کیا ہیں۔ اور چونکہ حق یہی ہے۔ کہ اس وقت برطانیہ کا اپنی گذشتہ شان و شوکت کو قائم رکھنا مسلمانوں سے اتحاد کے بغیر ناممکن ہے۔ اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کا بھی اس میں فائدہ ہے مگر انگریزوں سے جو مسلمانوں کی طرح سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ باوقار سمجھوتہ کر لیں اس لئے جب مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ حکومت تک پہنچ جائے گا۔ تو برطانیہ ضرور اس کی طرف توجہ کریگا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے گا۔ تو ہماری طرف سے اس پر حجت تمام ہو جائیگی۔

اظہار خیالات کی دعوت

وہ مسلمان جو میرے اس خیال سے متفق ہوں۔ اگر اپنے خیالات پبلک میں یا خطوط کے ذریعہ ظاہر کریں۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ مناسب مشورہ کے بعد کوئی خاص دن اس غرض کیلئے مقرر کر دیا جائے جس میں تمام ہندوستان میں مذکورہ بالا غرض کے لئے جلسے منعقد کئے جائیں۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس نازک موقعہ پر مسلمان اپنے فوائد کو یوں ہی کھلا ہوا اکھیتا

ہی میں ایسا کیا جا چکا ہے۔ اب ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔

احمدیت پر اعتراضات کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلام کی شاندار فتح

حضرت عیسیٰ اور یسوع کی حقیقت

آج سے نصف صدی پیشتر جبکہ مسیحی مشنری سرزمین ہند پر پوری قوت سے حملہ آور ہو رہے تھے۔ انہوں نے اسلام اور سید المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا۔ ترغیب و ترہیب کے تمام طریقے اور مکر و فریب کی سب اقسام استعمال کر رہے تھے۔ اسلام سے بدظن کرنے کے لئے سید الانبیاء کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ گندی کتابیں اور سب و شتم سے لبریز پمفلٹ شائع کئے جا رہے تھے۔ کہ غیرت خداوندی جوش میں آئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے گلستان احمد کی نگہبانی اور آپ کی عزت کی حفاظت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ دشمنان اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ اور اپنی بعثت کا مقصد ذکر کرتے ہوئے فرمایا ؎

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰ ✻ این است کام دل اگر آید میسرم

خدا کا یہ برگزیدہ اپنے اس بلند مقصد کو نہایت کامیابی سے پورا کر کے اپنے محبوب حقیقی کے پاس چلا گیا۔ اسکی تصانیف پر نظر کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایک دردمند اور سوختہ دل لیکر آیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے پیہم حملوں اور ناقابل برداشت بدزبانیوں نے اس کے قلب کو پاش پاش کر دیا۔ وہ اپنے محبوب کے لئے غیور تھا۔ اور اس کا سچا عاشق تھا۔ اس لئے اس کی بےچینی اور دل فگاری قیاس سے بالا تھی لیکن اس کا سوز و گداز کارگر ثابت ہوا اسکی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ وہ اس دنیا سے تب گیا۔ جب اپنے تمام دشمنوں پر اس بارہ میں بھی اتمام حجت کر چکا تھا۔ آسمانی تائید و نصرت کے علاوہ دلائل کے میدان میں بھی اس کے دشمن ناکام، نامراد اور خائب و خاسر ہو چکے تھے۔ ہم اسے ابتدائی ایام میں دردناک اور غم آمیز لہجہ اور الم انگیز آواز میں کہتے ہوئے سنتے ہیں ؎

آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب ✻ مے تراشد عیب ہا در ذات خیر المرسلین
آنکہ در زندانِ ناپاکی ست محبوس و اسیر ✻ ہست در شانِ امام پاکبازاں نکتہ چیں
تیر بر معصوم مے بارد خبیث بدگہر ✻ آسمان را مے سزد گر سنگ بارد بر زمیں

اور آخری ایام میں نہایت پرشوکت کلام، عجب و بدیع سے لبریز الفاظ اور جلالی شان میں فتح نصیب جرنیل کی طرح یہ کہتے ہوئے پاتے ہیں۔

"اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو۔ کہ آنحضرت صلعم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو۔ کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آ گیا ہے جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں۔ جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جسکی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں۔ جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۲۷۲)

نشان نمائی میں دعوت مقابلہ اور آسمانی تائیدات میں معجزات احمدی کا ایک فیصلہ کن امر تھا۔ اور نشانات سماویہ کی بارشیں اسلام کی زندگی اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات جاوید کا قطعی اور ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ اس میدان میں مخالفین اسلام آریوں اور عیسائیوں نے جو ذلت اور شکست اٹھائی وہ ایک ظاہر و باہر امر ہے۔ ان سطور میں مجھے اس سے بحث کرنا مطلوب نہیں۔ بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ کی بشارت کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے دجالی فتنہ کو پاش پاش کرنے کیلئے جو علم کلام اختیار فرمایا۔ کسقدر کامیاب اور کتنا زود اثر ثابت ہوا۔ میری مراد حضور علیہ السلام کے اس طریق خطاب سے ہے۔ جو آپ نے پادریوں کے جواب میں یسوع مسیح کی حقیقت آشکارا کرنے کے لئے اختیار فرمایا۔ اور جس پر بعض مسلمان کہلانیوالے بھی اپنی نافہمی سے معترض ہوئے۔ اور اسے توہین مسیح قرار دینے لگے۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ جملہ انبیاء کو ہم نے محض محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وساطت سے شناخت کیا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تصدیق کے لئے ہمارے پاس بجز قرآن مجید اور محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے کوئی دلیل نہیں۔ اور یہ بھی ایک صداقت ہے۔ کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام اس قدر بلند اور عالیشان ہے۔ کہ دوسرے نبیوں کو اس مقام سے خادمانہ نسبت حاصل ہے۔ اور یہی ان کے لئے موجب فخر ہے۔ لو کان موسیٰ حیا لما وسعه الا اتباعی (بخاری) اس واقعہ کے پیش نظر اگر بالفرض محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح کی عزت و عظمت میں مقابلہ ہو جائے۔ تو ہر ایک سچا مومن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا قیام ضروری سمجھیگا۔

کونسا نادان ہے۔ جو ایک روپیہ کی حفاظت کے لئے بیش قیمت لعل و جواہرات کے خزانہ کو ضائع کر دے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ خزانہ ہیں۔ جسکی قیمت کا اندازہ ممکن نہیں۔ اور جس نے سچ سچ آپکو شناخت کر لیا۔ اس کے تاثرات و جذبات الفاظ کے پیرایہ میں بیان نہیں ہو سکتے۔

جن خطرناک وقتوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یہ سوال لفظاً نہیں۔ تو معناً ضرور پیدا ہو چکا تھا۔ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت چاہتے ہو یا یسوع مسیح کی؟ عملی طور پر مسیحی واعظوں اور پادریوں نے اسلام کے قلب یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پر دلخراش حملے شروع کر رکھے تھے۔ اور اس زمانہ کے علماء بھی اپنی غلط تفاسیر اور کج فہمیوں کے باعث ان کے حامی بنے ہوئے تھے۔ اسلام کا ہو فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عاشق حضرت مرزا غلام احمد ہی ایک ایسا انسان تھا۔ جو اس میدان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے آگے بڑھا۔ اپنوں اور بیگانوں نے اس پر تیر برسائے مگر وہ اس کی اس آواز کو دبا نہ سکے۔ کہ ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ✻ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں کے تمام حملوں کا فرداً فرداً جواب دینے کے بعد قرآن پاک کی روشنی میں اور سلف صالح کے طریق عمل کے مطابق بائبل کی رو سے یسوع مسیح کی حقیقت اس طرح واضح طور پر پیش کی کہ پادریوں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ تند اور ہولناک سیلاب جو پادریوں کی بدزبانی کا امڈا چلا آ رہا تھا۔ رک گیا۔ اور یہی مقصود تھا۔ اگر کسی کو اس بات کے ماننے میں عذر ہو۔ تو وہ مسیحیوں کے پچاس سال قبل لٹریچر اور موجودہ لٹریچر پر ایک نگاہ ڈال لے۔ اسے نمایاں فرق نظر آئے گا کہاں تو وہ بدزبانی، گالیوں کے طومار اور مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کے کھلے کھلے سامان اور کہاں آج کی لجاجت۔ دسیسہ کاری اور عیارانہ چالیں۔ جاؤ ابتدائی کتابوں میں سے صرف "امہات المومنین" اور موجودہ کتب میں سے "ہمارا قرآن" ہی دیکھ لو۔ تمہیں حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے بھی بعض مشاہیر اسلام اور نامور متکلمین نے اپنے اپنے رنگ میں اس طریق کلام کو اختیار کیا جنمیں سے حضرت قاضی ابوبکر الباقلانی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ امام رضا علیہ السلام اور مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی، مولوی آل حسن صاحب، مولوی عبید اللہ صاحب مولف "تحفۃ الہند" اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن جو شان۔ جو قوت اور جو اثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ہے۔ وہ بےمثل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو طریق اختیار فرمایا۔ اور جن حالات میں اسے ترجیح دی، اس کے لئے ہم ذیل میں حضور کی بعض تحریرات پیش کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

(۱) "اس بات کو ناظرین یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرت کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو بٹ مار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا۔ اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی" (آریہ دھرم)

(۲) "ھذا ما کتبنا من الاناجیل علی سبیل الالزام وانا نکرم المسیح ونعلم انه کان تقیا ومن الانبیاء الکرام۔ یعنی

باتیں اور دوسرے انجیل بطور الزام خصم لکھی گئی ہیں۔ اور ہم حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ وہ نیک کار اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھا" (ترغیب المومنین [illegible] حاشیہ)

(۳) "ہمیں پادریوں کے یسوع اور اسکے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا۔ کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے۔ ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں" (ضمیمہ انجام آتھم)

ان اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یسوع کے متعلق جو امور تحریر فرمائے۔ وہ عیسائیوں کے مسلمات انجیل سے ثابت شدہ اور بہ نہایت اضطراری حالت میں لکھے۔ تا اس طرح بدکلام پادریوں کو عبرت حاصل ہو۔ پھر یہ کہ اس طریق کے اختیار کرنے کی غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی حفاظت اور توحید الٰہی کی حمایت ہے۔ چنانچہ حضور نے خود فرمایا ہے :۔

"ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات یسوع اپنے محل پر چسپاں ہیں۔ وہ بہ نیت توہین نہیں۔ بلکہ تائید توحید ہیں۔ انما الاعمال بالنیات۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا۔ کہ بعض کلمات ان کی اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے۔ کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے۔"

اس جگہ یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کا ہرگز یہ منشا نہیں۔ کہ یسوع اور مسیح دو علیٰحدہ علیٰحدہ ذاتیں ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ذات تو ایک ہی ہے۔ مگر اس کے دو اعتبار ہیں۔ دو تصویریں ہیں۔ ایک عیسائیوں کا بیان کردہ اعتبار اور ان کی پیش کردہ صورت جو مسیح کو گنہگار کی شکل میں پیش کرتی ہے اور ایک اسلام کا بیان کردہ اعتبار جو حضرت مسیح کی شان کے عین مناسب ہے۔ ہم اسلامی اعتبار کی رو سے حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں۔ اور عیسائی تصویر پر معترض ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن مجید اور تمام متکلمین اسلام کا طریق ہے۔ ہاں اگر عیسائیت کے بنا کردہ اور غلط تعلیمات کو حضرت مسیح کی صورت سے دور کر دیا جائے۔ تو بلاشبہ یسوع اور مسیح ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ ناموں سے ماہیت نہیں بدلا کرتی۔ بلکہ اوصاف اور خاصیتوں کی تبدیلی ماہیت کی تبدیلی کا موجب ہوا کرتی ہے۔ مگر جب تک مسیحی لوگ یسوع نام کے ساتھ ناواجب خصوصیات لگائے رکھیں گے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اسلامی اور مسیحی اعتبار کے رو سے یسوع اور ہے اور مسیح اور۔ اگرچہ ہمارے اپنے نزدیک صرف ایک ہی اعتبار ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ؕ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو طرز کلام اختیار فرمایا۔ اس کی کامیابی بالکل نمایاں ہے اور واضح طور پر اسے دو طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ اول تو یہ کہ جس غرض کے لئے یہ طریق انتخاب فرمایا گیا۔ وہ حاصل ہو گئی۔ دوم اس طرح کہ آپکے مخالفین جو اس طریق کو توہین انبیاء قرار دیتے تھے۔ انہوں نے بھی عملاً اس طریق کی خوبی کا اعتراف کر لیا ہے۔ والفضل ما شھدت بہ الاعداء

امر اول کا ثبوت عیسائیوں کے موجودہ عمل سے بھی ظاہر ہے۔ اور اس طرح کہ پادری ایس۔ ایم۔ پال ایڈیٹر نور افشاں کے مندرجہ ذیل الفاظ سے عیاں ہے۔ جو انہوں نے اپنی کتاب "عیسیٰ اور یسوع" نامی میں درج کئے ہیں۔ اور اخبار زمیندار نے بھی نقل کئے ہیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس قضیہ کا تصفیہ اس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ عیسائیوں اور قادیانیوں کے سربرآوردہ اشخاص کا مشترکہ جلسہ کسی مشہور مقام میں کیا جائے۔ اس جلسہ میں تمام عیسائیوں کی طرف سے اعلان کیا جائے۔ کہ کل عیسائی جماعت ان تمام مصنفین سے جنہوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کی ہے یا ناشائستہ الفاظ لکھے ہیں۔ اپنی بریت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ملامت کا ووٹ پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے جنہوں نے حضرت یسوع کو گالیاں دیں اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں۔ اور ان پر ملامت کا ووٹ پاس کرتے ہیں۔" (زمیندار ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

میں اس جگہ اس طریق تصفیہ کی نامعقولیت پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی۔ اے۔ کے مضمون مندرجہ الفضل ۲۰ دسمبر میں اس کے متعلق بحث ہو چکی ہے۔ بلکہ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اختیار فرمودہ طریق خطاب کی کامیابی کا دشمن بھی کھلم کھلا اعتراف کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی گستاخی کرنے والوں کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کرنے کے لئے تیار ہے کیوں؟ کیا اسے آج آنحضرت صلعم کی معرفت حاصل ہو گئی؟ ہرگز نہیں۔ وہ اپنی گمراہی میں اسی مقام پر ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موثر ہتھیار نے اسے اس عاجزی کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ عیسائی صاحبان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر وہ عہد کر لیں۔ کہ آئندہ حضرت نبی کریمؐ کو گالیاں نہ دیں گے۔ حضورؐ کی شان میں گستاخی نہ کریں گے اور اسلام و احمدیت کے متعلق مہذبانہ طریق اختیار کریں گے۔ تو سلسلہ احمدیہ اپنے مقدس پیشوا کے اس ارشاد کے مطابق ان سے معاملہ کرنے کے لئے تیار ہے کہ "اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں۔ اور عہد کر لیں۔ کہ آئندہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے۔ تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کیساتھ ان سے گفتگو ہو گی۔ ورنہ جو کچھ کہیں گے۔ اس کا جواب سنیں گے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۸)

امر دوم کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آج ہم احمدیت کے مخالفین کو بھی اسی ہتھیار سے کام لیتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے یسوع اور اناجیل کے متعلق بیسیوں اقتباسات موجود ہیں۔ جن میں سے بعض میں نے رسالہ "تجلیات رحمانیہ" میں درج کر دیئے ہیں۔ ابھی تازہ پرچہ میں انجیل متی ۱۲/۱۲ سے "اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں الخ" نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اور "پادری صاحب! انصاف سے بتایئے۔ اس کلام مسیح میں بھی نشان دکھانے سے انکار ہے یا نہیں؟ اس مزید یہ ہے۔ کہ سائلوں کو اچھی تلخی دیا (اہلحدیث کے نزدیک گالی) جو قبل سے یاد کیا گیا ہے۔ جو قرآنی جواب میں نہیں"

ہمارے پنجابی نبی مرزا صاحب قادیانی پر بھی علماء اسلام کی طرف سے سوالات (گویا ناقابل) کی بھرمار ہوئی۔ تو آپ نے بھی جھنجھلا کر۔ (نہیں اظہار واقعہ کے طور پر نہیں) فرمایا۔ "اے بدذات مولویان" (اہلحدیث ۱۲ فروری ۱۹۳۲ء) اس عبارت میں حضرت مسیح موعود کے جواب کو جو کہ اخلاق کے خلاف اور اصول نبوت کے منافی بتایا گیا ہے۔ اور اسکو حضرت مسیح علیہ السلام کے فقرہ "اے بدذات فرقہ مولویاں" سے بالکل مشابہ قرار دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو مولوی صاحب مانتے نہیں۔ مگر حضرت مسیح ناصری پر تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں پھر ان پر اعتراض کیوں۔ اور ان کا قول خلاف اخلاق کیوں قرار دیتے ہیں؟ اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ مولوی صاحب نے عیسائیوں کے مسیح پر اعتراض کیا ہے۔ اور اس کے جواب کو خلاف اخلاق بتایا ہے اور یا پھر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام پر بھی اعتراض غلط ہے کیونکہ یہی اعتراض پہلے ایک صادق نبی حضرت مسیح ناصری پر بھی پڑتا ہے۔ وما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک اور ہر ایک صورت ہمارے دعویٰ کی موید اور مثبت ہے ؕ

اہلحدیثوں نے اس طریق کلام کو صرف نصاریٰ کے مقابلہ پر ہی استعمال نہیں کیا۔ بلکہ شیعوں کے مقابلہ پر بھی۔ اور بعینہٖ اسی توجیہ کے ساتھ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح کے متعلق بیان فرمائی ہے۔ حال ہی میں "ہو علی اور وصی" کے عنوان سے اہلحدیث میں ایک سلسلہ مضامین شائع ہوا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق تنقید کی گئی ہے۔ اور ساتھ ہی لکھا ہے (۱) "جس وصی پر ہم نقض کرنے کو ہیں۔ وہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں۔ جو کہ فقط نبی تھے۔ اور احد خلفاء الراشدین المہدیین علیہما السلام بلکہ وہ شیعوں کے علی ہیں۔ جو ہم مرتبہ رسول بتائے جاتے ہیں۔ جنہیں نفس رسول کہا جاتا ہے جنکو عین رسول کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اور بافضل الانبیاء بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ وسلم کا خطاب دیا جاتا ہے۔" (۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء)

(۲) "اس تنقید میں ہم جناب وصی سے متعلق جو تنقید کریں گے۔ اس کے منطوق وہ علی نہیں ہوں گے جو فقط رسول تھے۔ بلکہ وہ اعجوبہ روزگار شخصیت ہوگی جو ایک ہی وقت میں غالب علی کل غالب بھی ہیں۔ اور مغلوب من کل مغلوب بھی" (یکم جنوری ۱۹۳۲ء)

اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا فی الواقعہ حضرت علیؓ دو ہیں۔ اہلسنت کے علی اور شیعوں کے علی؟ اگر ایسا نہیں۔ تو کیا یہ حضرت علی کی توہین نہیں؟ اگر اس جگہ اعتبار کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے تو حضرت مسیح کے متعلق بدرجہ اولیٰ یہی نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ خود اہلحدیث نے بھی ابن بابویہ قمی کی روایت سے امام رضا علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کئے۔ جو انہوں نے ایک عیسائی کے جواب میں کہے تھے یعنی :۔

"اے یوحنا! ہم تو اس عیسیٰ کی رسالت کے قائل ہیں جس نے ہمارے رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی۔ اسکی رسالت کا اقرار کیا۔ اور خود کو اللہ کا بندہ بتایا۔ اگر تمہارا روح اللہ یہی ہے جو کہ میں بیان کر رہا ہوں تو ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور اگر تمہارا کلمۃ اللہ حضرت محمد رسول اللہ کی رسالت کی بشارت نہیں دیتا۔ اور اپنی عبودیت اور رب کی ربوبیت کا مقر نہیں تو ہم اس سے بری ہیں" (۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء)

تاریخ اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ملکی انتظامات

تاسیس حکومت کا نقشہ

اب ہم تاریخ اسلام کے اس مرحلہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے مصائب وآلام کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ تمام عرب میں امن وامان قائم ہے۔ لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہو کر ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کی صداقت کا عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیوی بادشاہت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل کام اور بعثت کی غرض وغایت۔ توحید الہیٰ کا قیام۔ تزکیہ نفوس اور اصلاح اخلاق تھا۔ مگر چونکہ ایک حصہ ملک کی عنان حکومت بھی آپ کے ہاتھ میں آ چکی تھی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملکی انتظامات کا بھی ایک سرسری خاکہ اور تاسیس حکومت کا نقشہ یہاں پیش کر دیا جائے۔ یہ انتظامات اگرچہ ضمنی تھے۔ لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت اہم اور دنیا کے لئے نمونہ ہیں ؂

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصروفیت

اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ساٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ لیکن تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس قدر مصروف الاوقات تھے۔ اور آپ پر کام کا اس قدر بوجھ تھا۔ کہ عام حالات میں کسی شخص کا اسے سنبھالنا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ غیر اقوام سے مصالحت ومعاہدات مسلمان قبائل میں جائدادوں کی تقسیم اور دیگر منازعات کا تصفیہ فوجوں کی درستی اور امیر العسکری۔ اندرونی دشمنوں کی شرارتوں کا انسداد۔ حفاظت ملکی۔ جرائم کے لئے تعزیرات سیاسی انتظامات۔ عمال کا تقرر واحتساب۔ اجرائے فرامین۔ نومسلمین کے انتظامات۔ مسائل شرعیہ میں افتاء وغیرہ۔ تمام امور آپ بذات خود سرانجام فرماتے۔ اور اس کے ساتھ اگر یہ بھی مدنظر رکھا جائے۔ کہ یہ کام محض ضمنی حیثیت رکھتے۔ اور آپ کے اپنے اصل مشن اور مقصد تزکیہ نفوس کا جو بے انداز بوجھ تھا۔ وہ اس سے بالکل علیحدہ تھا۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کس قدر مصروف و مشغول رہتے۔ اس کی کسی قدر تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے ؂

فصل قضایا

اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے آخری ایام میں عہدۂ قضات قائم ہو چکا تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا تھا۔ لیکن مدینہ اور نواح مدینہ کے مقدمات کا فیصلہ آپ خود فرماتے۔ اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ آپ کے دروازے پر کوئی دربان نہ ہوتا۔ اور ہر شخص بلا روک ٹوک اپنی شکایات پیش کر سکتا حتیٰ کہ جو وقت آپ ازواج مطہرات میں گزارتے۔ وہ بھی فارغ نہ ہوتا۔ اس وقت خواتین دادخواہ ہوتیں۔ اور اپنے خانگی جھگڑوں کا تصفیہ کراتیں ؂

اصلاح بین الناس

صرف یہی نہیں۔ کہ آپ ان مقدمات کا فیصلہ فرما دیتے۔ جو آپ کے سامنے پیش ہوتے۔ بلکہ اصلاح بین الناس کو مدنظر رکھتے ہوئے جب بھی آپ کو مسلمانوں کے اندرونی تنازعات کا علم ہوتا۔ آپ فوراً اصلاح فرما دیتے۔ چنانچہ ایک بار قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے چند اشخاص کے درمیان کسی قسم کی نزاع پیدا ہو گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا۔ تو چند صحابہ کو ساتھ لیکر آپ فوراً ان میں مصالحت کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی طرح ایک بار اہل قبا میں جھگڑا ہو گیا۔ اور ایک دوسرے پر سنگ باری کی نوبت آگئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب علم ہوا۔ تو آپ ان کی اصلاح کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے۔ اسی طرح کے متعدد واقعات پیش آتے رہتے تھے ؂

اجرائے فرامین

اس صیغہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر اہمیت دیتے تھے۔ کہ اگرچہ آپ کی زندگی میں دیگر صیغوں کے لئے کوئی باقاعدہ دفتر وغیرہ موجود نہ تھے تاہم اس صیغہ کی ایک ابتدائی شکل قائم ہو چکی تھی۔ اور ابتدا میں حضرت زید بن ثابت اور آخر میں حضرت معاویہ اس خدمت پر مامور رہے۔ دعوت وتبلیغ اسلام کے خطوط سلاطین وملوک کے نام غیر قوموں سے معاہدات مسلم قبائل کے نام احکامات۔ عمال کا تقرر اور ان کے نام ہدایات کے لئے فرامین۔ فوجی رجسٹر وغیرہ۔ تمام امور اسی سلسلہ میں تھے ؂

احتساب

اگرچہ اسلام کی تمدنی ترقی کے زمانہ میں یہ ایک مستقل اور زبردست محکمہ تھا۔ جو وسیع پیمانہ پر اخلاق وعادات۔ بیع وشرا۔ اور لین دین کے معاملات کی نگرانی کرتا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ تمام کام حضورؐ خود ہی سرانجام دیتے۔ مسلمانوں کے اخلاقی ومذہبی فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں آپ بازپرس فرماتے رہتے چونکہ اہل عرب میں تجارتی معاملات کی حالت ابتر تھی۔ اس لئے آپ نے اس سلسلہ میں ضروری ہدایات نافذ فرمائیں۔ اور نہایت سختی کے ساتھ ان کی نگرانی فرماتے۔ اور ان کو نظر انداز کرنے والوں کو سزائیں دیتے ایسی باتوں کی تحقیقات کے لئے آپ خود بازار میں تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ آپ نے غلہ کا ایک انبار دیکھا۔ تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر معلوم کیا۔ کہ اندر نمی ہے۔ آپ نے اس کے متعلق بازپرس فرمائی۔ دوکاندار نے عرض کیا۔ کہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ظاہر کر کے رکھو۔ تا خریدنے والا معلوم کر سکے۔ صحیح بخاری کتاب البیوع میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو لوگ تخمیناً غلہ وغیرہ خریدتے تھے۔ انہیں سزا دی جاتی تھی۔ اور مجبور کیا جاتا تھا۔ کہ اسے اپنے گھروں میں نہ لائیں ؂

عمال کا احتساب

احتساب کے سلسلہ میں آپ ان رسولوں کا بھی سخت محاسبہ کرتے جو زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ کی وصولی کے لئے بھیجے جاتے۔ واپسی پر آپ خود ان کا جائزہ لیتے کہ کوئی ناجائز طریق تو استعمال نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک عامل ابن اللتبیہ صدقات کی وصولی کے بعد جب واپس آئے تو محاسبہ کے وقت مال کے دو حصے کر کے انہوں نے کہا۔ یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ اور یہ مجھے ہدیۃً ملا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں گھر بیٹھے بیٹھے کبھی کوئی ہدیہ کیوں نہیں ملا۔ اس کے بعد آپ نے ایک پر اثر خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں ایسی باتوں کی سختی کے ساتھ ممانعت فرمائی۔

مہمان نوازی

ابتداء سے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مہمانوں کی خدمت کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ آپ کے پاس آنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہوتے۔ جو اسلام کے متعلق تحقیقات کرتے۔ یا نومسلمین۔ ایسے لوگوں کی تمام ضروریات خورد ونوش آپ پوری فرماتے۔ اگر کوئی شخص ننگا ہوتا۔ تو حضرت بلال آپ کے ارشاد کے ماتحت قرض لے کر بھی اسے پارچات بنوا دیتے۔ اور کہیں سے مال آنے پر وہ قرض ادا کر دیا جاتا حتیٰ کہ آپ کو جو ہدایا یا تحائف ذاتی طور پر حاصل ہوتے۔ وہ بھی اسی صیغہ میں صرف ہوتے۔ ایسا بھی ہوا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستحقین کی امداد کے لئے صحابہ کو تحریک فرمائی چنانچہ ایک [illegible] ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جو برہنہ پا اور برہنہ تن تھے۔ ان کی اس پریشان حالی کا آپ پر اس قدر اثر ہوا۔ کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ نے صحابہ کو ان کی اعانت کی طرف متوجہ کیا۔ اس پر دیکھتے ہی دیکھتے غلہ اور کپڑوں کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ لکھا ہے۔ اس موقعہ پر ایک انصاری دراہم کا اس قدر وزنی توڑا لایا۔ کہ مشکل سے اٹھایا جاتا تھا ؂

عیادت مرضیٰ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود لاتعداد مصروفیتوں کے بیماروں کی عیادت بھی فرماتے۔ اور وفات پانیوالوں کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوتے۔ مدینہ میں تو یہ ایک دستور سا ہو گیا تھا۔ کہ دم نزع مرنے والے کے اعزہ آپکو اطلاع دیتے۔ اور آپ تشریف لا کر مریض کے پاس بیٹھ جاتے بعض صحابہؓ نے چونکہ اپنی جائداد وغیرہ کے متعلق وصیت کرنی ہوتی۔ اس لئے آپ اس بارہ میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ علم طور پر متوفی کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے تھے۔ اس واسطے ورثاء ادائیگی قرض کا انتظام

تحقیق الادیان

ویدوں میں تاریخ

آریہ سماج کے پرورتک پنڈت دیانند صاحب نے ایشوری کتاب کے سدھ کرنے کے لئے یہ معیار بھی مقرر کیا کہ الہامی پستک وہ ہو سکتی ہے۔ جو آدی سرشٹی (ابتدائے دنیا) سے ہو۔ اور جو کتاب آدی سرشٹی سے ہوگی۔ لازماً اس کے اندر کسی قسم کی تاریخ کا ہونا ناممکن ہے۔ پنڈت دیانند جی کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ وید آدی سرشٹی سے ہے۔ اور اس کے اندر کسی قسم کی تاریخ نہیں پائی جاتی۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ وید ایشوری کتاب ہے۔ پنڈت دیانند کا صرف یہ دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ اسے ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی۔ لیکن کس قدر حیرانی کا مقام ہے۔ کہ آریہ سماج کے دوسرے پنڈت بھی بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ویدوں میں کسی قسم کا اتہاس (تاریخ) نہیں پایا جاتا۔ پس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف آریوں کو بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس حقیقت سے آگاہ کر دیا جائے۔ کہ پنڈت دیانند یا آریہ پنڈتوں کا یہ کہنا۔ کہ وید آدی سرشٹی سے ہیں اور ان کے اندر کسی قسم کی تاریخ نہیں پائی جاتی ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ لوگ باوجود ایم اے۔ وشاستری اور ودیا النکار وغیرہ ہونے کے ویدوں سے بالکل نابلد ہیں۔ اور ان کو ویدوں کی تعلیم کی متعلق واقفیت نہیں۔ میں اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے ویدوں کے چند منتر پیش کرتا ہوں (اور آریہ سماج کے پنڈتوں سے عرض کرتا ہوں کہ وہ میرے مندرجہ ذیل دلائل پر غور کریں۔ اور اگر کوئی بالا سدھانت کے انوسار ویدوں کو ایشوری گیان سدھ کر کے دکھائیں۔ اگر کوئی آریہ ایسا کر سکتا ہے۔ تو میدان میں آئے۔

پہلا اعتراض

"اپنے اپنے استھان کے انوسار بھن بھن (مختلف) بھاشا (زبان) والے نانا (ایک سے زیادہ مختلف مذاہب) دھرم والے دینک پرکار سے دھارن کرتی ہوئی پرتھوی گئو کی طرح نشچل کستری ہوئی دھنیو کی بنائی میرے لئے دھن کی ستر دھارائیں دھاوے" (اتھرو وید ۱۲-۱-۴۵ ترجمہ از پروفیسر راجارام ڈی اے وی کالج لاہور)

اس منتر سے یہ سپشٹ روپ سے پرگٹ ہو جاتا ہے کہ جس وقت اتھرو وید بنایا گیا۔ اس وقت زمین پر مختلف مذاہب والے اور طرح طرح کی بولیاں بولنے والے انسان پائے جاتے تھے۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ ویدک دھرم سے پہلے اور مذاہب بھی تھے۔ لہٰذا وید آدی سرشٹی سے نہیں۔ بلکہ بعد کی تصنیف ہیں۔

دوسرا اعتراض

"ہمارے اوپر کرپا کر اور ہمارے لئے اردگنا کر تو جو ویروں پر شاسن کرتا ہے۔ ہم نمسکار سے تیری پوجا کرتے ہیں۔ ہے رودر پیتا! منو نے جو ارد گنتا اور فروگنا یگ سے لابد کی۔ اسے ہم تیری پرنیتیوں میں پراپت کریں" (رگوید ۱-۱۱۴-۲)

"او بنا گانٹھ والوں نے تجھے پکڑا ہے۔ وہ کرم منو نے کیا میں دکھشنہ کو تر دیر کرتا ہوں۔ جیسے کھیتی کرنے والے بیل کو" (اتھرو وید ۲-۹-۳)

ان دونوں منتروں سے یہ ثابت ہے کہ ویدوں کے بنانے سے پہلے منو جی مہاراج ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے دیانند جی کا یہ فقرہ بھی بہت کارآمد ہے۔ کہ "منو سمرتی جو دنیا کے ابتدا میں ہوئی اس کا حوالہ ہے" (ستیارتھ پرکاش باب ۳ صفحہ ۴۰)

ان حوالوں سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ منو سمرتی ویدوں سے پہلے کی ہے اور وید بعد کی کتابیں ہیں۔ پس دیانندی سدھانت کے انوسار وید ہرگز ہرگز ایشوری گیان سدھ نہیں ہو سکتے۔

تیسرا اعتراض

"جو پہلے دیوؤں سے دس دیوتا پیدا ہوئے تھے۔ پتروں کو استھان دے کر سو نہ کس لوک میں رہنے لگے ہیں" (اتھرو وید ۱۱-۱۰)

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ دس دیو ویدوں سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اور سو نہ کس لوک میں رہتے تھے۔

"جب پہلے دیوتاؤں نے بھی شردھا سے ان کا ... اپنا جیون ارپن کرنے والوں میں شردھا رکھی تھی اس پرکار بھوگ بینے والے اور یگ کرنے والوں میں ہم سب کا دے کر" (رگوید ۱۰-۱۵۱-۳) اس منتر میں ایک پہلی مثال پیش کی جا رہی ہے

"یہ میری استری مجھے کھسکتے نہیں دیتی تھی میرے ساتھ کبھی کرودھ نہیں کرتی تھی۔ تمام اپنے متروں کے ساتھ پریم کرنے والی اور میرے ساتھ بھی پریم کرتی تھی کیوں اس جوئے کے کارن میں اتنی کموں اچرن کرنے والی پتی ورتا استری کو بھی دور کر دیا ہے (یعنی جوئے میں ہار دیا ہے)" (رگوید ۱۰-۳۴-۲)

اس منتر سے نہ صرف یہ ثابت ہے۔ کہ ویدوں میں قصے ہیں۔ بلکہ پراچین آریہ ورت کی اخلاقی حالت کا بھی پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ جس پر آریوں کو بہت ناز ہے۔ اور وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ اس روشنی کے زمانہ میں پھر وہی تہذیب ظاہر ہو۔

چوتھا اعتراض

"راجا پریکشت کے راج میں سب منش انند کرتے تھے"

(اتھرو ۲۰-۱۲۷-۱۰)

"دام دیو رشی کا جانا دیر دھایا سام" (یجر وید ادھیائے ۱۲ منتر ۵)

"رگھو نے راجیہ کرتے ہوئے گھوڑا چھوڑا" (رگوید منڈل ۵ سوکت ۳ منتر ۱۴)

ان حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ ویدوں کے اندر اتہاس بھی پایا جاتا ہے۔ اور پنڈت دیانند جی بھی ویدوں میں اتہاس مانتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں "جو کچھ وید وغیرہ شاستروں میں قانون یا تاریخ لکھی ہے اس کی قدر کرنا شریف لوگوں کا کام ہے۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۸ صفحہ ۳۴۴)

ان حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے آریہ سماج کے پنڈتوں کا یہ اولین فرض ہے۔ کہ دیانندی سدھانت کے انوسار ویدوں کے ایشوری گیان ہونے سے انکار کر دیں۔

خاکسار۔ فتح محمد احمدی شرما از کراچی۔

ویدوں میں شرک کی تعلیم

مذہب کا سب سے اہم اصل وحدانیت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک قرار دے۔ اور اس کی پرستش میں کسی کو شریک نہ کرے لیکن ویدوں میں ایشور کے ساتھ ہی راجا کی پرستش کے احکام بھی موجود ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"ہے انسانو۔ جیسے عالم چھوٹی بڑی اشیاء کو معلوم کر کے حسب قانون کاروبار ٹھیک کرتے ہیں ویسے اور لوگ بھی کریں۔ سب لوگوں کو چاہیئے کہ رعایا کے موافق ایشور اور (آریہ) راجا کی اطاعت اور اپاسنا (عبادت و بندگی) ہمیشہ کریں" (تفسیر دیانندی یجر وید جلد دوم صفحہ ۱۰۰ ہندی بھاشیہ بھاوارتھ)

اسی قسم کے چند اور حوالے بھی قابل غور ہیں لکھا ہے

"جو عمدہ عزت کرنے والے لوگ ہون کرتے اور اچھے کاموں سے متصف ہیں وہ اس سے اپنے راجا علم و معرفت والے میر مجلس کی ہی اپاسنا اور اسی کا اظہار کرتے ہیں۔" پھر بیان کیا گیا ہے۔ کہ

"کوئی بھی انسان میر مجلس (راجا) کی اپاسنا کرنے والے ملازم اور ممبروں کے بغیر اپنی سلطنت کی سدھی (قیام) کو حاصل کر دشمنوں سے فتح حاصل نہیں کر سکتا" (تفسیر دیانندی رگ وید حصہ اول صفحہ ۸۴۲)

یعنی وہی راجہ دشمنوں پر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ جس کے ملازم اور جس کی حکومت اس کی عبادت کرنے والے ہوں۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ویدوں میں ایشور اور راجا کو ایک ہی درجہ دیا گیا ہے۔ اور جس طرح ایشور کی عبادت کا حکم ہے۔ اسی طرح راجہ کی عبادت ضروری قرار دی گئی ہے۔

مسلمانان کشمیر کو احراریوں نے بے حد نقصان پہنچایا

احراریوں کا تباہ کن نیا پروگرام

معزز معاصر سیاست (یکم مارچ) نے احراریوں کی تباہ کاریوں اور ان کے نئے طریق کار کی نقصان رسانیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے حسب ذیل مفصل اور دردمندانہ مقالہ لکھا ہے۔ (ایڈیٹر)

ہم ان جملہ محبان باصفا کا صدق دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہم کو دوستانہ طریق پر احرار پر معترض ہونے سے اس لئے منع فرمایا۔ کہ اس طرح جمہور اسلام میں انشقاق وافتراق رونما ہونے کا خدشہ ہے لیکن ہمیں بے انتہا مسرت ہوتی۔ اگر احرار کو بھی اس وقت جبکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے برخلاف انہوں نے سعی وکوشش شروع کی۔ اور مظلومین کشمیر کی سیاسی جدوجہد میں مدد دینے کو احمدیت کی تبلیغ بتا کر مسلمانوں کو اس سے برگشتہ کیا۔ مؤثر طریق پر ان لوگوں کو اس افتراق انگیزی سے باز رکھا جاتا۔ تو آج تک معاملہ طے ہو جاتا۔ اور مسلمانوں کو بے سود مصائب وآلام بے اندازہ میں مبتلا ہونا پڑتا۔ اور نہ ہی قوم کی طاقت اور دولت ضائع نہ ہوتی۔ اور موجودہ صورت حالات جس کا ذکر ہم نے اپنے دو گزشتہ شذرات میں کیا۔ پیدا نہ ہوتی۔ بہرحال ہرچہ شد شد ہم بار دیگر اپنے کرم فرماؤں کا جن کی حسن نیت کا ہمیں اسی طرح اعتراف ہے جس طرح کہ ان مسلمانوں کا جنہوں نے خالصۃً براہ اخوت اسلامی احرار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے۔ تن من دھن سے عدیم النظیر قربانیاں دیں۔ اور دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ اب بھی مسلمانوں میں یہ قابلیت موجود ہے۔ کہ اسلام کے نام پر بطیب خاطر تمام جان تک قربان کرنے کو تیار ہو سکتے ہیں۔ ہم بار دیگر بے انتہا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض پیرا ہیں۔ کہ سیاست کا بحیثیت ایک اسلامی اخبار ہونے کے فرض اولین اسلام واسلامیان کی بے لوث خدمت ہے۔ اس لئے اس کا کسی ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرنا جبکہ اسے صریح طور پر نظر آتا ہو۔ کہ مسلمانوں کے کسی اقدام عمل سے انہیں بے اندازہ مضرت پہنچنے کا خدشہ ہے۔ ہم اپنے دوستوں کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ اس سلسلہ میں نہ کبھی ہمارا مقصد خود غرضانہ رہا۔ اور نہ رہے گا۔ اور نہ ہم کبھی اس تعلق میں ذاتیات کو درمیان لائے۔ اور نہ لائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ چنانچہ اسی بناء پر جتھے بازی کی مخالفت کی گئی۔ اسی باعث احرار پر ہم کسی شئے سے معترض ہوئے۔ اور آج بھی اسی ضرورت کے پیش نظر ہم اپنی ناچیز رائے عرض خدمت کر رہے ہیں۔ ہمیں امید کامل ہے۔ کہ مسلمان اسی رنگ میں ہماری معروضات پر پوری طرح غور وخوض فرمائیں گے۔

احرار کی افتراق انگیزی

کشمیر جنت نظیر میں ہندو کارپردازان حکومت کشمیر کی نااہلی اور مکر وتعصب کے سبب اسلامیان خطہ پر جو قیامت برپا ہوئی۔ اور جن جسم آزار مصائب کا ان بیرحم جبر واستبداد کے ٹھیکیداروں [illegible] بے دست وپا اور بے نوا مظلوموں کو مقابلہ کرنا پڑا۔ آج اقصائے عالم میں نشر واشاعت پا چکے۔ اسلامیان ہند کو ان کی زہرہ گداز شکایات نے تڑپا دیا۔ اور دیوانہ وار وہ ان کی مدد واعانت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی اسی غرض کے لئے مرتب ہوئی۔ قرار پایا۔ کہ حکومت ہند کو اس پر متوجہ کیا جائے کہ صدر اعظم برطانیہ کو صحیح حالات سے کماحقہٗ آگاہ کیا جائے۔ اور دنیا کو بتایا جائے کہ اس دور ارتقاء وترقی میں بھی ایک خطہ ایسا ہے۔ جہاں ۵۰ لاکھ انسانوں کو جملہ حقوق انسانیت سے محض اس لئے محروم رکھا گیا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ علاوہ ازیں اسلامیان خطہ کو جن میں انتہائی حالت پر پہنچ کر احساس خودداری پیدا ہوا ہے ہر ممکن اور جائز طریق سے مدد دی جائے۔ انہیں حصول مقصد کے لئے بہترین طریق کار سوجھایا جائے۔ اور ان کو مالی امداد دی جائے۔ کیونکہ بوجہ ان کی بے انتہا مفلوک الحالی کے سب سے زیادہ انہیں مالی مدد کی ضرورت تھی۔ یہ ایک ایسا پروگرام تھا کہ اس پر متحدانہ طریق پر عمل ہوتا۔ تو اسلامیان کشمیر کو بے انتہا فوائد مرتب ہوتے۔ لیکن سوء تقدیر سے احرار کی افتراق انگیزی کے باعث اس پر اس طرح عمل نہ ہو سکا۔ جس طرح کہ ہونا چاہیئے تھا۔ تاہم کشمیر کمیٹی نے مخالف حالات کی موجودگی میں جو کیا۔ اور جو کر رہی ہے۔ کسی آئندہ وقت میں جبکہ حالات کلیۃً پرسکون ہو جائیں گے۔ روشن ہو جائے گا۔ اور مسلمان دیکھ لیں گے۔ کہ حق بجانب کون تھا۔ اتنا تو اس وقت بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ دو تین مرتبہ کھیل بن بن کر بگڑ گیا۔ ہم اس کے بواعث پر شرح وبسط لکھتے لیکن ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنے مخلص دوستوں کے مشورہ پر کسی حد تک عمل کرتے ہوئے اس سے محترز رہیں۔ اور محض واقعات کو ان کے صحیح رنگ میں پیش کریں۔ علاوہ ازیں یہ بھی واقعاتی طور پر ثابت ہو گیا کہ جتھے بازی بے سود اور مضرت رساں ثابت ہوئی۔ اس سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہنچا۔ احرار کی جانب سے مسلمانان خطہ کو کوئی مالی امداد بھی نہ ملی۔ ان کے جارحانہ اقدام کے باعث حکومت پنجاب [illegible] بھی برگشتہ ہو گئی۔ جس کا اثر ان تحقیقاتی کمیشنوں پر پڑا جو بڑے پرزور مطالبات اور بڑی جدوجہد وکوشش سے مقرر کرائی گئیں۔ اور اسلامیان کشمیر کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ علاوہ اس کے کہ مسلمانان کشمیر نے اپنے رویہ اور اعلانات سے بھی بالآخر ان کو الف کی تصدیق کی احرار نے اس اعلان سے کہ اب وہ کوئی اور زبردست پروگرام شروع کرنے والے ہیں جتھے بازی کی بے حقیقتی پر مہر توثیق ثبت کر دی۔ سیاست نے ابتداء ہی سے اس کی مخالفت کی اور بار بار مسلمانوں کو اس طرز عمل کی مضرتوں سے آگاہ کیا۔ اس پر سیاست کو جو کچھ ایک گروہ کی جانب سے کہا گیا۔ اس کا اعادہ لاحاصل ہے بہرحال سیاست مسلک قدیم پر ثابت قدم رہا۔ اور آج پھر جبکہ مولانا اجمیری کے اعلان سے پتہ چل گیا۔ کہ شائع ہونے والے پروگرام میں کیا ہوگا۔ اور آئندہ سرکردگان احرار قوم کو کس راستہ پر چلانا چاہتے ہیں مسلمانوں کو ایک سچے دوست اور خدمتگزار کی حیثیت میں مشورہ دینا چاہتا ہے۔

نیا پروگرام

مولانا اجمیری کے اعلان سے جو روزنامہ احرار میں شائع ہوا۔ اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوا۔ کہ احرار برطانی علاقہ میں عصیان مدنی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح مقاومت مجہول سے انگریزی حکومت کے معاملات کشمیر میں دراندازی اور وہاں کے نظام حکومت میں تبدیلی کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ ممکن ہو سکتا۔ اور مناسب ہوتا۔ تو ہم اس کی تائید کرتے۔ اور اگر اس سے مزید مضرت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو ہم خاموش رہتے۔ لیکن چونکہ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی ممکن الوقوع نہیں۔ اس لئے ہم پھر اس کی تجویز شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں۔ اور احرار کو متنبہ کرتے ہیں۔ اور قوم سے درخواست کرتے ہیں کہ اس سے بوجوہ ذیل باز رہے۔

سول نافرمانی کہاں تک مؤثر ہو سکتی ہے؟

سول نافرمانی کی مہم ہم کبھی اس پیمانہ پر اور اس تنظیم سے جاری نہیں کر سکتے۔ جیسے کہ کانگرس نے کی۔ نہ ہمارے پاس سرمایہ اور نہ ہم میں یکجہتی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس وقت تک کانگرس حکومت کو نیچا نہیں دکھا سکی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم حکومت کو مجبور کر سکیں گے۔ پھر یہ کہ ہر شخص پر ظاہر وباہر ہے۔ کہ سول نافرمانی وغیرہ کی مہموں کی جو ہمیشہ امن شکن اور باعث اختلال کثیر ثابت ہوئیں۔ اور جو اپنے غیر مؤثر ہونے کے سبب انقلابی سرگرمیاں معرض شہود میں لانے کا باعث ہوئیں۔ حکومت نے کیسے متشدد ہنگامی قوانین جاری کئے۔ ہمیں بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہماری اس تحریک کا کیا اثر ہوگا۔ اور حکومت کس طرح ہماری اس حرکت کو برداشت کر لے گی۔ اور اگر بفرض محال ہم طول طویل مدت کے بعد حکومت کو کسی طرح اور کسی حد تک مجبور بھی کر سکے۔ تو اتنے عرصہ میں کشمیری مسلمانوں کا جن کی مظلومیت کی داستانیں مشہور عالم ہیں کیا حال ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر حکومت نے جو [illegible] کوئی فیصلہ بھی کرایا۔ اور اس فیصلہ میں پھر بھی اسقام باقی رہے۔ تو پھر ہم سول نافرمانی شروع کر سکیں گے یا نہیں۔ کیا ہم میں اتنی سکت ہے۔ اور ہماری تنظیم اس درجہ مکمل ہے۔ کہ ہم پھر از سر نو متحدانہ طریق پر سول نافرمانی شروع کر سکیں۔ یہ چند ایک تصریحیں ہیں جنہیں ہم سول نافرمانی کو اندریں حالات نامناسب اور غیر مؤثر خیال کریں [illegible] کبھی فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

ان سب کے ماورا ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ہمارا نزاع ہے حکومت کشمیر سے۔ یہی ایک ایسا محاذ ہے۔ کہ ہمیں اس پر جنگ جاری رکھنے کے لئے اپنی تمام تر طاقت کو مجتمع کرنا چاہیئے۔ چہ جائیکہ ہم محاذ پر محاذ کھولتے جائیں۔ اور بجائے حکومت کشمیر سے متصادم ہونے کے انگریزی حکومت سے بھی لگ بیٹھیں۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ حکومت انگریزی نے حکومت کشمیر کو مدد دی۔ لیکن کس وقت جب وقت کہ احرار نے جتھے پر جتھے بھیجنے شروع کئے۔ اسلامیان کشمیر میں امن شکن تحریکات کے اجراء کی کوشش کی۔ اور پھر جب اس حالت میں جبکہ انگریزی تحقیقاتی کمیشنوں کا تقرر کر چکی تھی۔ حکومت کشمیر بھی جھک رہی تھی۔ کشمیر میں جبر و تشدد شروع ہوا۔ جس پر بار دیگر انگریزی افواج اور برطانی افسروں کی ترسیل عمل میں آئی۔ ہم انگریزی حکومت سے لڑنا شروع کر دیں۔ تو کیا اس سے کوئی بہتری کی توقع ہو سکتی ہے۔

مسلمانان کشمیر کی کس طرح مدد کریں

ہمیں اس وقت چاہیئے تھا۔ کہ ہم مظلوموں کی روپے پیسے سے مدد کریں۔ قانونی مشیر فراہم کریں۔ متعینہ افسروں کو صحیح حالات سے آگاہ کریں۔ اور بتائیں۔ کہ کس طرح ہندو پریس نے غلط اور سرتاپا بے بنیاد اطلاعات کی اشاعت سے مسلمانوں کو باغی وغیرہ قرار دے کر جوان پر بے پناہ مظالم ہوئے۔ ان کو جائز قرار دینے کی کوشش کی۔ یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہمارے بہترین افراد موقع پر موجود ہوتے۔ جو مسلمانان کشمیر کی ان معاملات میں رہنمائی کر سکتے بجائے اس کے اگر ہم ایسا رویہ اختیار کریں۔ کہ ہمیں وہاں جانے کی اجازت ہی نہ مل سکے۔ بلکہ ہمارے بہترین اشخاص اور صادق جذبات کے سرمایہ دار مسلم رضاکار جیلوں میں ٹھونس دیئے جائیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ہم کس طرح مظلومین کشمیر کی مدد کر سکیں گے

بہت بڑی حماقت

اس لئے ہمارے خیال میں یکدم انگریزوں اور حکومت کشمیر سے طرح جنگ ڈال دینا جیسا کہ احرار کو بحالات موجودہ کسی حد تک معلوم ہو سکا ہے نہ صرف ناممکن بلکہ اتنی بڑی حماقت اور بے راہروی ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اور پھر بالخصوص جبکہ ہندو پریس اور ہندو ہر ممکن طریق سے ہماری پرزور مخالفت کر رہے ہوں۔ اور اسے فرقہ وار تحریک اور ہندو ریاست کو تباہ کرنے کی منظم مسلم بغاوت قرار دے کر ہندوؤں کو ہمارے خلاف اتنا ابھار چکے ہوں۔ کہ اسی بناء پر ہندوؤں نے متعدد مقامات پر مسلمانوں پر یورش کرنے سے دریغ نہ کیا ہو۔ غرضیکہ جہاں تک ہم دیکھ سکتے ہیں ہمیں اس میں ہر طرح سے نقصان ہی نقصان نظر آتا ہے۔ اس لئے ہم عامۃ الناس مسلمین سے مستدعی ہیں۔ کہ نہ وہ اس میں حصہ لیں۔ اور نہ ان بزرگوں کو اجازت دیں کہ وہ کوئی ایسی تحریک جاری کریں۔

دور رس نتائج

ایسی تحریک کے اجرا سے بھی بہت سے نقصانات پہنچنے کا یقینی احتمال ہے۔ کیونکہ اس وقت ان اشخاص کا اس تحریک کو جاری کرنا جو کبھی کانگرس کے جھنڈے تلے اسی قسم کی جنگ جاری کر چکے ہیں۔ ان کے بار دیگر کانگرس کی جانب رجوع کے مترادف خیال کیا جائیگا۔ یہی نہیں بلکہ بالآخر یہ تحریک کانگریسی تحریک میں مدغم ہو جائے گی۔ اور یا حکومت یقینی طریق سے ایسا ہی خیال کرے گی جیسا کہ تحریک سرخ پوشاں سرحد میں ہوا۔ اور اس طرح آئندہ دستور اساسی میں جس کی تشکیل و ترتیب ہو رہی ہے مسلمانوں کے حقوق پر اس کا بہت بری طرح اثر پڑے گا۔ جس طرح مڈلٹن کمیشن کی تحقیقات پر پڑا۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہم انگریزوں سے ڈرتے ہیں۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ بلکہ ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اس سے مسلمانوں کو پھر بہت بڑے وسیع پیمانہ پر ان نقصانات کی تلافی کے لئے ایک اور مسی ذوقائم کرنا پڑے گا۔ اور ہماری جو حالت ہے۔ اس کے پیش نظر ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ پھر ہمیں اتنے صعوبت زا مراحل سے گزرنا پڑیگا۔ جن میں کامل اتحاد و یکجہتی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور یہ صورت پیدا ہو گی یا نہیں ایک ایسا سوال ہے۔ جس پر ہم فی الحال لکھنا مناسب خیال نہیں کرتے۔ مسلمان آپ ہی اندازہ لگائیں۔ اور کوئی صحیح فیصلہ فرمائیں۔

ایک اور عرض

آخر میں ہم یہ بھی عرض کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ سول نافرمانی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک سول نافرمانی کرنے والوں میں ۹۹ فیصدی ایسے ہوں۔ جن کی ذہنیت ایسی ہو کہ وہ کسی حالت میں متشدد نہ ہوں۔ اور نیز اس میں پوری کی پوری قوم حصہ لے۔ اس لئے یہ ایک اور سوال ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ جہاں تک اس وقت مشاہدہ اور تجربہ نے ثابت کیا ہے۔ عوام ہمیشہ ایسے موقع پر متشدد ہوئے جیسا کہ اکثر اوقات کانگریسیوں کے رویہ سے جو اپنے آپ کو اس تحریک کے چلانے کے اہل ترین بتاتے ہیں۔ ثابت ہوا اور جس کی بناء پر ہم نے متعدد مرتبہ اس تحریک کی کامیابی کو ناممکن العمل قرار دیا۔ اس لئے ہم پھر ایک مرتبہ بڑے زور سے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ان اشخاص کو جو اس تحریک کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ بجہد و کوشش تمام منع کریں۔ اور باہم متحد ہو کر فی الفور اسلامیان خطہ کے مصائب کے ازالہ کی موثر تدابیر تجویز فرمائیں۔ ہمیں امید کامل ہے۔ کہ ہماری درخواست جو محض حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اگکندہ برہوا ثابت نہ ہو گی۔

مسلم کشمیری کانفرنس کی مجلس عاملہ کا تازہ اجلاس

آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں جو ۲۶ فروری ۱۹۳۲ء کو منعقد ہوا۔ مندرجہ ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

(۱) آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ مڈلٹن رپورٹ کو سخت غیر اطمینان بخش قرار دیتا ہے۔ جو مظلوم مسلمانان کشمیر کے لئے سخت غیر منصفانہ اور یک طرفہ ہے۔ جن پر ڈوگرہ فوج اور پولیس نے انسانیت سوز مظالم روا رکھے ہیں۔

(۲) اس کمیٹی کی رائے میں جب تک سیاسی اقتصادی شکایات کا تدارک نہ ہوگا۔ کشمیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ایسے دستور اساسی کا یقین دلایا جائے۔ جس کے ماتحت خود مختار اداروں کی برکات حاصل ہو جائیں۔

نیز اس کمیٹی کی رائے ہے کہ (الف) آرڈی ننس واپس لے لئے جائیں۔ (ب) عام معافی دے دی جائے اور سیاسی گرفتار رہا کر دیئے جائیں۔

(۳) اس کمیٹی کی رائے میں کشمیر میں ایک گول میز کانفرنس کا انعقاد جہاں باشندوں کے مطالبات پیش ہوں اور گفت و شنید اور بحث مباحثہ کے ذریعے سے مسائل طے کئے جائیں نہایت ضروری ہے۔

(۴) یہ جلسہ مسلمانوں کے خلاف بعض سرگرمیوں مثلاً جموں میں مسجد پر بم پھینکنا وغیرہ کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اور تمام ان اشخاص کو جو ان افعال کے لئے ذمہ وار ہیں۔ ان سرگرمیوں کے تباہ کن نتائج سے متنبہ کرتا ہے۔

(۵) نیز اس کمیٹی کی رائے میں کشمیر کے کابینہ وزارت کی از سر نو ترتیب ضروری ہے۔ تاکہ اس میں مسلمان وزرا کی کافی تعداد شامل کی جا سکے۔ جن پر لوگوں کو اعتماد ہو اور خوشنودی اور باہمی رواداری کا دور دورہ شروع ہو جائے۔ (آنریری جنرل سکرٹری)

مظلوموں کی امداد کرو

مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو حسب توفیق بھیجنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ یتیموں۔ بیواؤں اور زخمیوں کی امداد کے

اعلان ضروری

پتے درکار ہیں

قادیان کی نئی آبادی میں جن اصحاب نے اراضی خریدی ہوئی ہے ۔ ان کے تمام پر ان کے خرید کردہ قطعات کا داخل خارج کروانے کے لئے ان کے مفصل پتوں کی ضرورت ہے ۔ پس بذریعہ اعلان ہذا تمام ایسے احباب کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے کہ جلد تر خاکسار کو اپنی ولدیت قومیت اور اصل سکونت سے مطلع فرماویں ۔ بعض احباب اپنی قوم احمدی لکھدیا کرتے ہیں ۔ ایسے احباب مطلع رہیں کہ افسران مال کے نزدیک اس قسم کی اندراج قابل تسلیم نہیں ہے معروف قوم لکھنی چاہئیے ۔ نیز سکونت میں ضلع بھی ساتھ لکھنا چاہئیے

خاکسار ۔ مرزا بشیر احمد قادیان

ضرورت رشتہ

یو ۔ پی کے ایک نہایت ہی شریف احمدی خاندان کی ایک لڑکی اور لڑکے کے لئے فوراً رشتوں کی ضرورت ہے ۔

اول :۔ لڑکی عمر ۱۷ سال خوبصورت ۔ تندرست ۔ دیندار اور اعلیٰ اردو و انگریزی تعلیم یافتہ امور خانہ داری سے واقف ہے لڑکا برسر روزگار صاحب جائداد یا اعلیٰ تعلیم پاتا ہو ۔ اور اچھے تعلیم یافتہ خاندان سے احمدی مبائع ہو ۔

دوم :۔ لڑکا عمر ۲۲ سال علیگڑھ یونیورسٹی کا ایم ۔ اے پاس ہے ۔ اور فی الحال ایک سو دس روپیہ ماہوار پر پروفیسر ہے ۔ آئندہ انشاء اللہ ہر قسم کی اعلیٰ ترقی کا امیدوار ہے ۔ خوش خلق بلند قد ۔ اور مخلص نوجوان ہے ۔ لڑکی اچھی تعلیم یافتہ ۔ خوبصورت عمدہ صحت اور آسودہ گھرانے کی مطلوب ہے ۔ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کریں ۔

خاکسار ۔ عبدالحکیم احمدی

ہیڈ کوارٹر رائل ایئر فورس نئی دہلی

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— ۲۹ فروری کو گول میز کانفرنس کی منٹوری کمیٹی کا جو اجلاس ہوا۔ اس میں قرار پایا۔ کہ اساسی حقوق کی دفعات صرف برطانی ہند کے اجزائے وفاقی پر حاوی ہیں۔ ہاں اگر کبھی کوئی دوسرا جزو اپنی مرضی سے ان حقوق کو اپنے علاقہ میں نافذ کرنے کا فیصلہ کرے۔ تو اس کے متعلق ایک دفعہ ایزاد کی جائے۔ مسٹر جوشی نے تجویز پیش کی۔ کہ اساسی حقوق کے باب میں ایک دفعہ ایسی رکھی جائے۔ جس کے رو سے ہر ایک بیکار شہری کو سرکاری خزانہ سے امداد مل سکے۔ مجلس نے اس اصول کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ لیکن چونکہ اس سے ہندوستانی خزانہ پر بہت زیادہ بار کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اسے ناقابل عمل قرار دیا۔

—— حجاج کو لے کر جہاز اکبر ۲۰ مارچ کو کراچی سے روانہ ہوگا۔ چونکہ جگہ بہت کم ہے اس لئے حج کے لئے جانے والے اصحاب جلد ٹکٹ خرید لیں۔ درجہ اول و دوم کا اب کوئی ٹکٹ باقی نہیں۔ جملہ معلومات کے لئے حاجی عبدالغنی صاحب صدر حج کمیٹی سے خط و کتابت کرنی چاہیئے۔ اخراجات کے لئے روپیہ سونے کے پونڈوں میں لے جانا چاہیئے۔ آخری جہاز ۳۱ مارچ کو کراچی سے روانہ ہوگا۔

—— پشاور سے ۲۹ فروری کی خبر ہے کہ صوبہ سرحد کا پہلا انگریزی اخبار "خیبر میل" وسط مارچ سے نکلنا شروع ہو جائیگا۔

—— ڈاکٹر راس مسعود دوبارہ علیگڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے ہیں۔ حکومت نے اس انتخاب کی تصدیق کردی ہے۔

—— ۲۸-۲۹ فروری کو پولیس نے لاہور میں احراری کیمپ پر چھاپے مارے۔ بعض والنٹیروں کو آوارہ گردی میں گرفتار کرلیا۔ باغ میں پانی چھوڑ کر احراریوں کی چھولداریاں گرادیں۔ اور تلاشی لے کر بعض کاغذات اپنے قبضہ میں کر لئے۔

—— ۲۹ فروری کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ملک احمد یار سابق مدیر زمیندار کو پنجاب کے جیلوں کے متعلق بعض مضامین شائع کرنے کے جرم میں پانچ پانچ ہزار کی دو ضمانتیں داخل کرنے یا ایک سال قید بامشقت بھگتنے کا حکم سنایا۔

—— شنگھائی سے رپوٹر کا ۲۸ فروری کا ایک پیغام مظہر ہے کہ جاپانیوں کا دعوٹی ہے۔ انہوں نے کیانگ وان پر کامل طور پر قبضہ کرلیا ہے۔ چینیوں کی بہت سی افواج کی متوقع آمد کو روکنے کے لئے جاپانیوں نے دریائے ینگسی میں تباہ کن جہاز کھڑے کر دئے ہیں۔ تا ایسی آنے والی فوجوں کو روک دیا جائے۔

—— چار حکومتوں نے جن میں امریکہ و برطانیہ بھی شامل ہیں۔ جاپان کو لکھا تھا۔ کہ بین الاقوامی آبادی کے دائرہ میں وہ اپنے سپہ سالار کا جہاز کھڑا نہ کرے۔ اور نہ ہی اس آبادی کے گھاٹ پر جاپانی افواج اتاری جائیں۔ تا اس علاقہ میں آباد لوگ جنگ کے خطرات سے محفوظ رہیں۔ لیکن جاپان نے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور افواج تا حال اسی گھاٹ پر اتاری جارہی ہیں۔

—— برطانوی سفیر مقیم شنگھائی نے چین و جاپان میں مصالحت کرانے کے لئے برطانی امیر البحر کے جہاز میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی۔ لیکن وہ ناکام رہی۔ کیونکہ جاپان نے اپنی پوزیشن چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

—— ایک مس ماڈرائیڈن نے مشرق بعید میں جنگ کو روکنے کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک ایسی جمعیت تیار کی جائے جو متحارب افواج کے درمیان حائل ہو جائے تاکہ غیر مصافی لوگوں کی جان کا نقصان ہو جانے کے خیال سے وہ دست بردار ہو جائیں۔ اس تحریک کو "انسانی دیوار" کے نام سے موسوم کیا جارہا ہے۔

—— دہلی سے ۲۹ فروری کی اطلاع ہے کہ مسٹر آصف علی بیرسٹر کو گرفتار کرلیا گیا ہے

—— ۲۹ فروری کو پنجاب کونسل کے اجلاس میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فنانس ممبر نے بتایا۔ کہ پنجاب کے جیلوں میں اس وقت دس شاہی قیدی ہیں۔ جنہیں غیر سرکاری وزیٹر نہیں ملتے۔ ۱۹۳۱ء میں صوبہ میں ۱۲۱۴ ڈکیتی کی وارداتیں ہوئیں جن میں گیارہ اشخاص قتل ہوئے۔ اور نقصان کا اندازہ ۹ لاکھ کے قریب کیا جاتا ہے۔ پنجاب کے جیلوں میں قیدی کا خرچ فی کس ۶-۳-۱۵۲ سالانہ ہے اور پاگل خانہ میں اڑھائی صد روپیہ

—— مشرقی افریقہ کی ایک اطلاع ہے کہ ایک گاؤں کے باشندوں نے ایک عورت کو جادوگرنی یقین کرتے ہوئے اسے مار ڈالا تھا۔ ۲۷ فروری کو عدالت عالیہ نے اس جرم میں ۸ اشخاص کو سزائے موت کا حکم سنایا

—— ٹوکیو سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ ولاڈی واسٹک میں جاپانی افواج بہ تعداد کثیر جمع ہو رہی ہیں

—— اندازہ کیا گیا ہے کہ اس وقت شہر میں ستر ہزار روسی پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے۔ جاپانی باشندوں پر فائر ہونے کی بھی اطلاع ہے۔

—— ۱۹۳۰ء میں چٹاگانگ کے اسلحہ خانہ پر جو ڈاکہ ڈالا گیا تھا۔ یکم مارچ کو اس کا فیصلہ ۱۹ ماہ کی طویل سماعت کے بعد سپیشل ٹریبونل نے سنا دیا۔ کل تیس ملزم تھے۔ ۱۲ کو حبس دوام بعبور دریائے شور۔ ایک کو تین اور ایک کو دو سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ اور باقی سولہ بری کر دئے گئے

—— یکم مارچ کو پنجاب کونسل میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے۔ سر جوگندر سنگھ نے کہا۔ کہ حکومت اس تجویز پر غور کر رہی ہے کہ جو سرکاری گزیٹڈ افسر ۲۵ سے ۳۰ سال تک سروس کر چکے ہیں۔ انہیں ریٹائر کر دیا جائے۔

—— یکم مارچ کو سر سنکرن نائر نے کونسل آف سٹیٹ میں ایک ریزولیوشن پیش کیا۔ کہ حکومت ہند وزیر ہند سے درخواست کرے کہ ہندوستان میں فوراً صوبجاتی آزادی عطا کر دی جائے۔ عام طور پر ممبروں کی طرف سے اس کی مخالفت کیگئی۔ اور مرکزی ذمہ داری کا مطالبہ کیا گیا۔ سرکاری ممبر غیر جانبدار رہے۔ اور تحریک ۱۸ کے مقابلہ میں ۱۰ آراء کی مخالفت سے مسترد ہو گئی۔

—— سری نگر کے مسلم کارکن مفتی جلال الدین صاحب بی۔ اے کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے چھ ماہ قید اور ایک سو روپیہ جرمانہ یا مزید ایک ماہ قید کی سزا دی ہے۔

—— نوشہرہ (صوبہ سرحد) کی پولیس کو ۲۹ فروری کو اطلاع ملی۔ کہ لاہور وہی میں پکٹنگ کے لئے مختلف دیہات سے رضاکار تیار کئے جارہے ہیں۔ اس لئے اس نے گورہ پلٹن کی امداد سے ان دیہات کا محاصرہ کرکے آٹھ رہنما اور بائیس کارکنوں کو گرفتار کرلیا

—— دہلی میں سٹی لیگ کے پانچ ہزار ممبروں نے ایک جلسہ کرکے کانگرس کی خلاف قانون سرگرمیوں کی پرزور مذمت کی۔ اور امن پسند لوگوں سے اپیل کی۔ کہ اس فتنہ انگیزی کے استیصال کے لئے جو کچھ ان کے امکان میں ہے کریں۔ گول میز کی مجالس سے اشتراک کی قرارداد منظور کی گئی۔

—— دہلی سے ۲ مارچ کو سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا کہ ملک معظم نے کرنل سر گریفتھ۔ سی۔ آئی۔ ای کو صوبہ سرحد کا پہلا گورنر مقرر کیا ہے۔ کرنل موصوف اس وقت وہاں چیف کمشنر ہیں۔

—— سی پی فرنچائز کمیٹی نے سنٹرل کمیٹی سے سفارش کی ہے۔ کہ اس صوبہ میں کل نشستیں ایک سو دس ہوں۔ جن میں سے مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے صرف پانچ فیصدی دیگئی ہیں۔ گویا مزید اصلاحات مسلمانوں کے پہلے حاصل شدہ حقوق کے زوال کا موجب ہونگی۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا